© rasailojaraid.com

سیستان کا مشہور قصیدہ گو شاعر

"فرخی سیستانی"

از جناب ڈاکٹر سید غیب حسین صاحب ایم اے (عربی) ڈی فل (فارسی) الہ آباد یونیورسٹی

ابوالحسن علی بن جولوغ متخلص بہ فرخی سیستان کا رہنے والا تھا جیسا کہ وہ اس شعر میں خود کہتا ہے :۔

من قیاس از سیستان دارم کہ آن شہر من است ۔۔۔ وز پئے خویشان ز شہر خویشتن دارم خبر

ابوالمظفر چغانی[1] کے انعامات اور بخششوں کا شہرہ سن کر سیستان سے دربار شاہی کا رخ کیا۔ ایک قافلۂ حلۂ شاہی اور لباس لے رہا تھا اسی کے ساتھ ہولیا اور وہ مشہور قصیدہ کہا جس کا عنوان "کاروانِ حلہ" ہے دربار میں پہونچکر وہی مدحیہ قصیدہ سنایا جس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

"کاروانِ حلہ"

باکاروانِ حلہ برفتم ز سیستان ۔۔۔ با حلۂ تنیدہ ز دل بافتہ ز جان[2]

با حلۂ بریشم ترکیب او سخن ۔۔۔ با حلۂ نگارگر نقش او زبان[3]

ہر تار او برنج برآوردہ از ضمیر ۔۔۔ ہر پود او بجہد جدا کردہ از روان[4]

از ہر صنائعے کہ بخواہی برو اثر ۔۔۔ وز ہر بدائعے کہ بجوئی برو نشان[5]

---

[1] چغانیاں ایک ولایت ہے ماوراء النہر میں۔ یہ ولایت ابوالمظفر آل محتاج یا ملوک چغانیاں کے زیر حکومت تھا۔ چوتھی صدی ہجری میں اس خاندان نے اس ولایت پر حکومت کی ہے۔

[2] میں حلہ ہائے شاہی کے قافلہ کے ہمراہ سیستان سے چلا اور میرے ساتھ بھی ایک ایسا حلہ تھا جسے میں نے دل سے تنا اور جان سے بنا تھا۔

[3] یہ بھی ایک ریشمی حلہ تھا جو شعر سے مرکب تھا یہ ایسا حلہ تھا جس کے نقوش زبان نے تیار کئے تھے۔

[4] اس کا ہر تار بڑی محنت سے دل سے تانا گیا تھا اور اس کا ہر بانا بڑی مشکل سے جان سے الگ کیا گیا تھا۔

[5] پھر اس میں ہر صناعی جو تم دیکھنا چاہو موجود تھیں اور ہر ندرت جو تم اس میں تلاش کرنا چاہو اس میں ملتی تھیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے حلّہ کز آب مرادرا رسد گزند ‏ ‏ نے حلّہ کز آتش اورا بود زیاں[56]

نے رنگ او تباہ کند تربتِ زمین ‏ ‏ نے نقش او فرو سترد گردش زماں[57]

ایں حلّہ نیست بافتہ از جنسِ حلّہ ہا ‏ ‏ ایں را تو از قیاس دگر حلّہ ہا مداں[58]

ایں را زیاں نہاد و خرد رشت و عقل بافت ‏ ‏ نقّاش بود دست و ضمیر اندراں میاں[59]

تا نقش کرد و بر سرِ ہر نقش بر نوشت ‏ ‏ مدح ابوالمظفر شاہ چغانیاں[60]

غرض جب دربار میں پہونچا تو معلوم ہوا کہ امیر داغگاہ گیا ہوا ہے۔ فرخی نے یہ قصیدہ شاہ ابوالمظفر کے مختارِ کل خواجہ عمید اسعد کو پڑھکر سنایا۔ اس کو ایسا عمدہ اور رواں قصیدہ ایک کسان دیہاتی کی زبان سے سُن کر بہت تعجب ہوا تو اُس نے امتحان کے لئے فرخی سے داغگاہ محل کے کچھ حالات و اوصاف بتا کر کہا کہ اچھا کچھ اشعار داغگاہ کی تعریف میں بھی کہہ لو تب میں تمہیں امیر کے سامنے لے چلوں گا۔ فرخی نے اسی دن رات کو عمید کو قصیدہ داغگاہ بھی کہہ کر لا سُنایا جس کے چند اشعار یہ ہیں:۔ ۵

"داغگاہ"

تا پرند نیلگوں بر روی پوشد مرغزار ‏ ‏ پرنیانِ ہفت رنگ اندر سر آرد کوہسار

خاک را چوں نافِ آہو مشک باشد بیقیاس ‏ ‏ بید را چوں پرّ طوطی برگ روید بیشمار

راست پنداری کہ خلعتہائے رنگیں یافتند ‏ ‏ باغہائے پرنگار از داغگاہِ شہریار

دوش وقتِ نیمہ شب بوئے بہار آورد باد ‏ ‏ حبّذا بادِ شمال و خرّما بوئے بہار

داغگاہ شہریار اکنوں چناں خرم بود ‏ ‏ کاندرو از نیکوئے خیرہ بماند روزگار

سبزہ اندر سبزہ بینی چوں سپہر اندر سپہر ‏ ‏ خیمہ اندر خیمہ بینی چوں حصار اندر حصار

---

۵۶ یہ ایسا حلّہ نہ تھا کہ اُسے پانی خراب کردے نہ ایسا تھا کہ اُسے آگ نقصان پہنچا سکے۔

۵۷ نہ اُس کے رنگ کو زمین کی مٹی برباد کرسکے اور نہ اُس کے نقوش زمانہ کی گردش مٹا سکے (نقلی مونڈ سکے)

۵۸ یہ حلہ اس جنس سے نہ بُنا ہوا تھا جس سے دوسرے حلّے بُنے جاتے ہیں۔ تم اُسے دوسرے ملبوسی حلّوں پر قیاس مت کرو

۵۹ بلکہ اس حلّہ کی زیان نے بنیاد ڈالی، عقل نے اُسے کاتا اور سمجھ نے اُسے بُنا اور اُس کے بیچ بیچ میں ہاتھ اور دل نقاشی کر رہے تھے۔

۶۰ یہاں تک کہ اس حلّہ کو نقشین بنا دیا اور اس کے ہر نقش پر چغانیوں کے بادشاہ ابوالمظفر کی تعریف لکھ دی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بر در پردہ سرائے خسرو پیروز بخت — از پے داغ آتش افروختہ خورشیدوَد

دوسرے دن فرخی نے یہ دونوں قصیدے امیر کے سامنے سُنائے۔ امیر شعر فہم، سخن شناس تھا فرخی کی بہت تعریف کی اور اس نے شاعر کو نوازا اور کافی صلہ اور انعام سے سرفراز کیا۔

اس کے بعد فرخی نے دربار سلطان محمود کا رُخ کیا۔ یہاں بھی محمود نے اس کی بڑی عزت افزائی کی اور اس کو جلد ہی دربار میں ایک اونچا مقام مل گیا اور کافی مال و دولت حاصل کرلی جیسا کہ وہ خود ایک قصیدہ میں کہتا ہے ؎

باضیعت آبادم و باخانہ آباد — با نعمت بسیارم و با آلت بسیار
ہم یارمہ اسپیم و ہم باگلہ میش — ہم صنم چینیم و ہم بابت فرخار
ساز سفرہست و نوائے حضرم ہست — اسپان سبکسار و ستوران گرانبار
از ساز مرا خیمہ چو کاشانہ فانی — وز فرش مرا خانہ چو بیت خانۂ فرخار

فرخی نے اپنے قصائد کا بڑا حصہ دربار غزنہ کی مدح میں لکھا ہے اُس نے سلطان محمود اور اس کے بیٹے ابو محمد اور مسعود اس کے بھائی امیر یوسف اور اس کے وزیروں اور ندیموں کی تعریف کی ہے۔ ایک قصیدے میں جو ابو محمد کی مدح میں لکھا ہے، کہتا ہے۔

چہار چیز گزیں بود خسرواں را کار — نشاط کردن چوگان و بزم ورزم وشکار
ملک محمد محمود آمد و بفزود — بر آں چہار بتوفیق کردگار چہار
نگاہداشتن و برکشیدن حق — بزرگ داشتن دین وراستی گفتار

فرخی کا جو دیوان آج پایا جاتا ہے اس میں نو ہزار سے کچھ زیادہ اشعار ہیں۔ اس میں قصائد کے سوا غزلیں قطعے، ترجیع بند اور رباعیاں بھی ہیں۔ فرخی کے ہمعصروں اور اس کے بعد کے شاعروں نے اس کی مدح کی ہے۔ شاعری کے سوا فرخی عروض اور تنقید شعر میں دستگاہ رکھتا تھا۔ چنانچہ رشید وطواط نے حدائق السحر میں لکھا ہے کہ فرخی نے ایک کتاب فنِ تنقید اور فنِ عروض میں بھی لکھی تھی جس کا نام "ترجمان البلاغۃ" رکھا تھا۔

فرخی کے اکثر قصائد سلطان محمود اور اس کے لڑکوں کی تعریف میں ہیں۔ وہ اکثر اشعار کو تغزل اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مضامین عشقیہ سے شروع کرتا ہے، اس کا اصل میدان تغزل ہی ہے اس کے اشعار میں بھی طبعی سادہ جذبات بلا کی روانی سے ادا ہوئے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے اشعار کو سہل ممتنع سمجھا گیا ہے ۔ عنصری اور فرخی کے موازنہ سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عنصری کا کلام زیادہ سنگین اور اس کا دروبست زیادہ مضبوط ہوتا ہے ۔ اور فرخی کے کلام میں سادگی اور روانی بے حد ہے ۔ چونکہ وہ نغمہ و چنگ کا بھی ماہر تھا اور کثر اپنا کلام چنگ پر گا کر سناتا تھا اس لئے اس کے کلام میں بھی نغمہ کی سی لطافت، مستی اور خوش آہنگی ملی ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرخی کے نغموں کو اس کے الفاظ و تراکیب نے بجنسہ اپنے اندر محفوظ کر لیا ہے ۔

فرخی نے اپنے ممدوح کی مدح میں اس کو بلند اوصاف اور پاکیزہ اخلاق بخشے ہیں ۔ اس کا ممدوح سخن فہم، سخنور اور انسانیت نواز ہے ۔ اس کا مذہب جود و سخا ہے ۔ اس کی نظر میں سونا گھاس پھوس کے برابر ہے اس کا دل دریا کی طرح وسیع اور بیکراں ہے اس کے ہاتھ سمندر کی موتی رولنے والے ہیں ۔ وہ دنیا کو اپنی تدبیر سے مسخر کرتا ہے ۔ اس کے چہرہ سے زمانہ کی نیک بختی ہویدا ہے ۔ وہ داد دیتا ہے اور دانشمندوں کو نوازتا ہے ۔ اپنی بادشاہت کے باوجود بڑے بڑے بادشاہوں کو اس کی بندگی کی تمنا ہے ۔ میدان جنگ میں جب اُس کی تلوار نکلتی ہے تو آفتاب اس کے ڈر سے اپنا راستہ بھول جاتا ہے اور برج حمل اور عقرب میں اسے تمیز نہیں رہتی ۔ سب کے دلوں پر اُس کی دعا کی بیٹھ جاتی ہے اس کے ستارے سعید اور اس کا بخت بلند ہے ۔ وہ اپنے وعدے کو پورا کرتا ہے ۔ وہ حق پرست ہے ۔ دیندار اور سچ بولنے والا ہے ۔

یہی مضامین اکثر فرخی کے قصیدوں میں آئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر نے اپنے دلکش اور بلند اشعار میں نیک صفات حاصل کرنے کی کتنی تبلیغ کی ہے ۔

عنصری کی طرح فرخی بھی اکثر سلطان محمود کے ساتھ ہندوستان کی لڑائیوں میں شرکت کرتا تھا ۔ اسی لئے اس کے بعض قصائد میں بعض خاص تاریخی واقعات اور بعض مقامات اور بعض تاریخی افراد کے نام نظر آتے ہیں ۔ فرخی کو واقعہ نویسی میں کافی مہارت تھی اُس نے بھی اکثر جشن ہائے شاہی کے طور طریقوں کو اور سلطان کی محفل یا شکار کے ذکر کو اس طرح ہو بہو بیان کیا ہے کہ اس کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیز فرخی نے غم اور خوشی کے جذبات کی عکاسی نہایت مہارت اور لطیف مضامین میں کی ہے۔ اسی طرح مناظرِ قدرت کے بیان میں نہایت اچھوتی تشبیہیں اور نہایت نادر رنگینی دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ خزاں کے بارے میں اُس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

"خزاں"

ہنگامِ خزان است و خزاں را بدر اندر
نو نو زینتِ زریں ہر جائے بہارے است
بنمودہ ہمہ رازِ دلِ خویش جہاں را
چوں سادہ دلاں ہر چہ بباغ اندر نارے است
بردستِ خالستہ نہد پائے بہر گام
ہر کس کہ تماشا گہ او زیر چنارے است
از لاغر و پژمردہ شدہ گونہ تبہ کرد
غم را مگر اندر دل او راہ گذارے است
نرگس ملکے گشت ہمانا کہ مراو را
در باغ زہر شاخ دگر گونہ نثارے است
آں آمدنِ ابر گسستہ نگر امروز
گوئی ز کلنگان پراگندہ قطارے است

الغرض فرخی ایران کے قصیدہ گو شاعروں میں درجۂ اوّل کا شاعر ہے۔ اس کا کلام پختہ، اس کی طبیعت رواں، اس کے قصیدے سادہ اور سلیس ہیں، اس کے کلام میں الجھاؤ، دقیق فلسفیانہ مضامین نہیں پائے جاتے اُس کے کلام میں حسنِ وزن، ترنم، ہم آہنگی اور بندش کی چستی خوب ہے۔ اُس نے اپنی غزلیات میں نادر رنگ آمیزی کی ہے اور نغمات کی مستی کو اپنے کلام میں سمو دیا ہے۔ اس کے اشعار ہر قسم کی تعقید اور بُرائی سے پاک ہیں۔

فرخی نے ۴۲۹ھ میں وفات پائی۔

© rasailojaraid.com